رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع کا مسئلہ

فضیلۃ الشیخ احمد عبدالعال ہریدی

مترجم : ڈاکٹر محمد خالد مسعود

[اس مرتبہ ملک بھر میں ایک ہی دن عید منائے جانے پر پاکستانی عوام نے جس مسرت کا اظہار کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی دنیا میں دینی شعائر میں وحدت قائم کرنے کے جو رجحانات زور پکڑرہے ہیں اس میں پاکستانی عوام بھی ان کے ساتھ ہیں۔ حکومت پاکستان قابل مبارک باد ہے کہ ماضی میں عید کے تعین میں جو جھگڑے اٹھتے تھے حکومت نے اس کی جڑوں کو ہی اکھاڑ پھینکا ہے۔ رؤیت ہلال کے سلسلہ میں خلفشار کی یوں تو بہت سی وجوہ ہیں لیکن ان میں سے دو بے حد اہم رہی ہیں۔ ایک تو رؤیت ہلال کے سلسلے میں علاقہ وار اور ضلع وار انتظامات نہیں تھے جو کسی مرکز کے ماتحت ہوں اور اس طرح رؤیت کے فیصلوں میں وحدت قائم ہو سکے مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے قیام سے ان علاقائی تنازعات کا خاتمہ ہوگیا ہے۔

اس ضمن میں خلفشار کی دوسری بڑی وجہ ایسے انتظام کی کمی رہی ہے جس میں فلکیاتی حساب اور شریعت دونوں کے تقاضے پورے ہوتے ہوں۔ پاکستان میں یہ کمی ابھی باقی ہے جب کہ دوسرے اسلامی ممالک میں اس کو کافی حد تک دور کیا جا چکا ہے۔ یہی کمی ہے کہ اس مرتبہ بھی رؤیت کمیٹی اپنے قابل تحسین کارناموں کے باوجود حساب اور شریعت کے تقاضوں کے کماحقہ عہدہ برآ نہیں ہو سکی۔ پاکستان کے کئی علاقوں میں ۲۹ رمضان کو چاند نظر آگیا تھا لیکن رؤیت ہلال کمیٹی اس کی اطلاع ملنے سے قبل عید کا چاند نظر نہ آنے کے حتمی فیصلے پر پہنچ چکی تھی (پاکستان ٹائمز راولپنڈی، ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء)۔ اگر فلکیاتی حساب سے مدد لی گئی ہوتی تو یقیناً چاند کے نظر آنے کی قوی امکانات ان کے سامنے ہوتے اور وہ محض ایک "شرک موہوم" کے خلاف جہاد کے جذبہ کے تحت شرعی شواہد سے صرف نظر کرنے کے مرتکب نہ ہوئے۔ یہ کمی انشاءاللہ مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کی رصدگاہ کے قائم ہونے سے دور ہو جائے گی اور عالم اسلام تقویمی وحدت کو اپنا کر فلکیاتی حساب اور شریعت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل ہو سکے گا۔

مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا جو پہلو قابل ستائش ہے وہ ہے ملک بھر میں ایک ہی دن عید منانے کا عزم۔ اس عزم کو زک پہنچانے کے سلسلے میں بعض

حلقوں نے ملکی میں "اختلاف مطالع" کے مسئلہ کا سہارا لیا ہے اور اندیشہ ہے آئندہ بھی وہ اس پر تکیہ کریں گے ۔ یہ لوگ "اختلاف مطالع" کو فقہی اور شرعی حیثیت دے کر ایک ہی دن عید منانے کی کوششوں کو فعل عبث یا ایک معصوم طفلانہ تمنا کا نام دینے کی کوشش کریں گے ۔ چنانچہ ضرورت ہے کہ اختلاف مطالع کی شرعی حیثیت کا تفصیلی جائزہ لیا جائے ۔

اختلاف مطالع کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟ مذاہب اربعہ نے اس کو کہاں تک معتبر سمجھا ہے ؟

اس سوال کا جواب مفتیٔ مصر شیخ احمد عبدالعال الہریدی نے اپنے ایک مقالے تحدید **اوائل الشهور العربيه و توحيد مواعيد الصوم و الأعياد** میں تفصیل سے دیا ہے ۔ یہ مقالہ **الفکر الاسلامی** کے شوال ۱۳۸۹ھ صفحات ۱۰-۲۰ کے شمارے میں شائع ہوا تھا ۔

مفتی صاحب نے اپنے مقالے کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ۔ پہلے حصہ میں تمہیدی مسائل سے بحث کی ہے اور دوسرے حصہ میں اختلاف مطالع کے بارے میں مذاہب اربعہ کے مسالک پر روشنی ڈالی ہے ۔ طوالت کے خوف سے پورے مقالے کا ترجمہ نہیں کیا گیا ۔ صرف دوسرے حصہ کا ترجمہ قارئین کی نظر کیا جا رہا ہے ۔ البتہ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر مقالے کے حصہ اول کے مباحث کا خلاصہ تمہید کے طور پر شامل کیا جاتا ہے]
(مترجم)

اللہ تعالی کی حکمت کا تقاضا تھا کہ عبادات کے اوقات کے تعین میں سہولت کے لئے ان میں سے بعض کو سورج کی گردش سے متعلق کر دیا اور بعض کو رؤیت ہلال سے ۔ پانچوں نمازوں کے اور سحری اور افطار کے اوقات سورج سے وابستہ کردئے گئے تو روزوں، عید الفطر، حج اور قربانی کے ایام کا تعین رؤیت ہلال سے متعلق رکھا ۔ لیکن چونکہ کرۂ ارض پر ہر علاقے کا محل وقوع مختلف ہے اور چاند اور سورج کی گردش اللہ تعالی کے مقرر کردہ نظام کے تحت ایک متعین حساب سے ہوتی ہے اس لئے سورج کے طلوع و غروب اور رؤیت ہلال کا ہر علاقے میں مختلف ہونا لازمی ہے ۔ نمازوں کے اوقات اور سحری اور افطاری کے اوقات میں تمام اسلامی دنیا میں وحدت ممکن نہیں تھی اس لئے علمائے امت کا اس پر اجماع قرار پایا کہ اختلاف مطالع شمس کا اعتبار لازمی ہوگا ۔ ہر علاقے میں اسی علاقے کے حساب سے طلوع و غروب کا اعتبار ہوگا اور اس پر کسی دوسرے علاقے کے طلوع و غروب کی پابندی نہیں ہوگی ۔

اگرچہ چاند کا بھی یہی حال ہے کہ اس کے روزانہ طلوع و غروب میں اور ناحالہ رؤیت و ظہور میں مختلف علاقوں میں تفاوت پایا جاتا ہے تاہم جن عبادات کے اوقات کے تعین کا مسئلہ چاند کی حرکت سے وابستہ ہے وہ ان عبادات کے اوقات کے تعینہ

مطالعہ نہیں ہوتا۔ جو سورج کی حرکت سے متعلق ہیں۔ دونوں کے اوقات میں یہ فرق ہے کہ کسی طرح بھی ان کو مماثل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ایک تو یہ کہ چاند سے متعلق اوقات عبادات چاند کی روزانہ گردش سے وابستہ نہیں بلکہ ان کا تعلق ماہانہ گردش سے ہے جب کہ سورج سے متعلق اوقات عبادات اس کی روزانہ گردش پر مبنی ہیں۔ دوسرے سورج سے متعلقہ اوقات عبادات میں درمیانی وقفے بہت مختصر ہیں جو گھنٹوں یا منٹوں تک میں گنے جا سکتے ہیں جبکہ چاند سے متعلقہ اوقات عبادات میں وقفے طویل ہیں جو مہینوں کے حساب سے شمار ہوتے ہیں۔

اسی تفاوت کی وجہ سے جہاں سورج کی گردش سے متعلقہ اوقات عبادات کے سلسلے میں علماء اختلاف مطالع شمس کے معتبر ہونے پر کلی طور پر متفق ہیں وہاں چاند کی گردش سے متعلقہ اوقات عبادات کے تعین میں اختلاف مطالع قمر کے معتبر ہونے پر شدید اختلاف رائے موجود ہے حتی کہ جمہور کے نزدیک اختلاف مطالع قمر معتبر نہیں ہے۔

جمہور کے نزدیک رؤیت ہلال کا حکم اجماعی ہے انفرادی نہیں۔ اس لئے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ روزوں کے واجب ہونے پر مکلف کے لئے رؤیت شرط نہیں ہے چنانچہ اندھے اور ایسے قیدی وغیرہ جن کے لئے چاند دیکھنا ممکن نہیں ان پر بھی روزے واجب ہوتے ہیں۔ یہ بات نصوص شرعیہ کے الفاظ سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور رسول اللہ کے عمل سے بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کی رؤیت پر تمام مسلمانوں کو روزے رکھنے کا حکم دیا۔

در اصل اس مسئلے پر علماء میں جو اختلاف پیدا ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اسلام میں چونکہ تکلیف و وجوب کی بنیاد مکلف کی اہلیت و استطاعت پر ہے اور چونکہ استطاعت زمانی اور جغرافیائی احوال کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے اس لئے اس کے احکام بھی مختلف ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے نتیجہ نکالا کہ جب ہر علاقے میں رؤیت مختلف ہوگی تو اہلیت وجوب میں بھی اختلاف ہوگا۔ دوسرے اس سلسلے میں انہوں نے چاند سے متعلقہ ایام عبادات کو سورج سے متعلقہ اوقات عبادات سے مماثل قرار دے کر اختلاف مطالع قمر کو اختلاف مطالع شمس پر قیاس کر ڈالا۔ تیسرے یہ کہ انہوں نے حدیث کریب رض میں ابن عباس رض کی تعبیر کو حدیث کا درجہ دے ڈالا (حدیث کریب رض کی تفصیل آگے آئے گی)۔

غور کیا جائے تو اختلاف رائے کی بنیادیں در حقیقت اجتہاد پر اور کتاب و سنت میں نظر اور فہم پر رکھی گئی ہیں اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر فقہ اسلامی کی عظیم عمارت قائم ہے۔ کہنا یہ ہے کہ ہمارا فرض نہیں کہ ان فقہائے مجتہدین کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے وسعت نظر سے کام لیں کہ مختلف آراء میں سے ان کو اختیار کریں جو امت مسلمہ کے مصالح و مقاصد کے لئے زیادہ مفید ہوں۔

آج کی امت مسلمہ سینکڑوں سال کے مغربی استعمار کے بوجھ سے نکل کر آزادی کی فضا میں سانس لینے کے قابل ہوئی ہے تاہم ہم ابھی تک مختلف قوموں اور قبائل میں بٹے ہوئے ہیں آج جب اقتصادی، سیاسی، اجتماعی اور دینی وحدت کی کوششیں ہو رہی ہیں اور استعماری اثرات کو ختم کرنے کی جدوجہد ہو رہی ہے اس کا تقاضا ہے کہ علماء دینی مسائل و شعائر کے سلسلے میں اختلاف و خلفشار کے سر چشموں کو ہمیشہ کے لیے بند کردیں۔

قمری مہینوں کی پہلی تاریخوں کے تعین کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف کافی شدید ہے۔ وہ اس بات پر متفق نہیں ہو پائے کہ شریعت کی عبادات اور فقہ اسلامی کے احکام کی روشنی میں ایک ہجری تقویم وضع کی جائے جس پر تمام ممالک کے مسلمان عمل کریں اور اس کی بنیاد پر ان عبادات کی ادائیگی میں جن کا اس سلسلے سے تعلق ہے مسلمانوں کے مظاہر دینی میں وحدت قائم ہو سکے اور اپنے دینی تہواروں اور عیدوں کی ادائیگی میں ان کے دلوں کو یہ اطمینان حاصل ہو جائے کہ انھوں نے یہ عبادات صحیح اوقات میں ادا کی ہیں اور اس بارے میں کوئی شک اور تذبذب باقی نہ رہے۔

اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ ایسی وحدت سارے کرۂ ارضی پر پھیلے ہوئے اسلامی ممالک اور اقوام کے مابین روابط کو مستحکم کرنے کا سب سے مؤثر عامل بن سکتی ہے اور یہی وحدت مسلمانوں کی صفوں میں جمعیت اور اتحاد کا راستہ ہموار کرے گی۔

ذیل کی سطور میں ہم چاند کے مطالع کے اختلاف کے معتبر ہونے کے بارے میں علماء کی آراء کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔ پھر ہم اس رائے کی نشاندھی کریں گے جو زیادہ ٹھوس بنیادوں پر قائم ہوگی اور جو مسلمانوں کے احوال کے مطابق اور ان کی بہبود کی ضامن ہوگی۔

حنفی مذہب

الدرالمختار شرح تنویر الابصار میں ہے

"اختلاف مطالع قطعاً معتبر نہیں اور اہل مشرق اہل مغرب کی رؤیت کے پابند ہوں گے"۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ کے ارشاد جو میں عموم خطاب پایا جاتا ہے۔ وہ حدیث مبارک (صوموالرؤیتہ و افطروا لرؤیتہ) میں لرؤیتہ کے الفاظ کی وجہ سے مطلق رؤیت سے متعلق ہے کسی بھی قوم کی رؤیت پر جس پر یہ لفظ صادق آتا ہو، اس حکم کے عموم کی وجہ سے متعلقہ امور ثابت ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سب پر روزے واجب ہو جائیں گے کیونکہ وجوب عام ہے۔ اس کے بر خلاف سورج کی گردش اور اس کی پانچوں نمازوں کے اوقات سے نسبت کے سلسلے میں زوال اور طلوع و غروب کا یہ حکم نہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ کوئی اس جو وجوب کے عموم سے وابستہ ہو محض اس بات پر ثابت نہیں ہو جاتا کہ خطاب شارع میں اس کا ذکر موجود ہے۔

اکثر مشائخ حنفیہ نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ (اس کے برعکس) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار اس لئے ہے کہ اس کا سبب "شہر" (مہینہ) ہے چنانچہ کسی قوم کے چاند دیکھ لینے پر ان کے ہاں اس کا جو انعقاد ہوتا ہے، دوسرے لوگ جن کے ہاں مطلع مختلف ہے اس کے پابند نہیں ہیں۔ زیلعی نے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

قرین قیاس یہی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے کیونکہ ہر قوم سے خطاب اسی چیز سے کیا جاتا ہے جو ان کے ہاں موجود ہو۔ سورج کی شعاعوں سے هلال کی دوری مختلف علاقوں میں مختلف ہے۔ جیسے کہ وقت کا آنا جانا ہر علاقے میں مختلف ہے چنانچہ اگر مشرق میں سورج ڈوب جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مغرب میں بھی ڈوب گیا۔ اسی طرح طلوع فجر اور غروب شمس کا مسئلہ ہے بلکہ جب بھی سورج ایک درجہ حرکت کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں ایک قوم کے لئے طلوع فجر کا وقت ہوتا ہے تو ایک کے لئے طلوع شمس کا، کچھ کے لئے غروب کا وقت اور کچھ کے لئے آدھی رات۔

اوپر کی بحث (اور دونوں رایوں) کا ماحصل یہ ہے کہ حنفی مذہب میں راجح رائے اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے

اور اہل مغرب کی رؤیت کے اہل مشرق بھی پابند ہیں۔ جہاں تک ان چند حنفی فقہاء کی رائے کا تعلق ہے جن کا تتبع زیلعی نے کیا ہے تو اس کی بنیاد یہ ہے کہ اختلاف کے اعتبار میں مطالع شمس پر مطالع قمر کا قیاس کیا گیا ہے اور جیسا کہ راجح رائے کے ضمن میں بیان ہوا یہ قابل قبول نہیں ۔ اس کی مزید تفصیل ذیل میں آئے گی اور یہ وضاحت کی جائے گی کہ اس مسئلہ میں قیاس کیوں کر ممکن ہے ۔

مالکی مذہب :

خطاب نے **مواهب الجليل** میں لکھا ہے :

> مشہور مذہب یہ ہے کہ رمضان کے ثبوت کا حکم ہر اس شخص کے لئے ہوگا جس تک یہ حکم پہنچ جائے۔ بشرطیکہ یہ دو عادل گواہوں یا اس سے زیادہ کی شہادت کے ساتھ پہنچے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ ثبوت حاکم عام یعنی خلیفہ کے سامنے طے پایا ہو یا محدود اختیارات کے حامل حاکم خاص مثلاً امیر یا قاضی کے سامنے طے ہوا ہو۔ ابن ماجشون نے لکھا ہے کہ "جب شہادت حاکم خاص کے سامنے پیش ہوئی ہو تو یہ ہر شخص کے لئے لازمی نہیں ہوگا اس کے پابند صرف وہ لوگ ہوں گے جو اس حاکم کے حلقۂ اختیار میں شامل ہوں۔ ان کے لئے یہ حکم عام ہوگا"۔

(ابن ماجشون کا قول نقل کرنے کے بعد) خطاب نے مزید تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے :

> ابن عرفہ کا قول ہے کہ ابو عمر یعنی ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ رؤیت کا حکم دور کے علاقوں پر جاری نہیں ہوگا مثلاً اندلس کا خراسان پر۔
>
> ابن جزی نے القوانين الفقهيه میں لکھا ہے کہ دور کے علاقے مثلاً حجاز اور اندلس ایک دوسرے کی رؤیت کے پابند نہیں ہوں گے۔ اس پر اجماع ہے۔

اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ مالکیوں کے ہاں مطالع قمر کے اختلاف کے اعتبار کے بارے میں تین رائیں ہیں۔

(۱) اول : اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ۔ اگر حاکم ثبوت رمضان

... کا حکم دے دے تو علاقے قریب ہوں یا دور سب جگہ حکم ثابت ہوگا۔ حاکم عام ہو یا خاص۔ جب صحیح اور قابل اعتماد ذریعے سے یہ حکم ان تک پہنچ جائے تو اسلامی ممالک کے تمام لوگوں کے لئے اس حکم کی پابندی لازمی ہوگی۔ ...

(۲) دوم۔ اختلاف مطالع صرف اس صورت میں معتبر ہے کہ جب رؤیت ثابت ہو جائے اور حاکم خاص رمضان کے ثبوت کا حکم حکم دے دے تو یہ حکم عام نہیں ہوگا۔ اس کے پابند صرف وہی لوگ ہوں گے جو اس حاکم کی ولایت میں ہیں۔ لیکن اگر حاکم عام کے سامنے ثابت ہو تو یہ تمام ملکوں کے لئے لازمی ہوگا علاقے خواہ قریب ہوں یا بعید۔

(۳) سوم۔ اختلاف مطالع صرف ان علاقوں میں معتبر ہوگا جو بے حد دور ہیں۔ جیسے اندلس حجاز سے۔ جب رمضان اندلس میں ثابت ہو تو حجاز کے لوگ اس فاصلے کی بنا پر اس ثبوت کے پابند نہیں ہوں گے۔ البتہ قریبی علاقوں میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا اور ان میں حکم عام ہوگا، خواہ حاکم عام ہو یا خاص۔ اس صورت میں دوری اور نزدیکی کا سوال پیدا نہیں ہوگا۔

ابن عبدالبر نے اسی (تیسری) رائے پر مالکیوں کا اجماع نقل کیا ہے۔ البتہ مالکیوں کے ہاں اس کی وضاحت موجود ہے کہ ان کے ہاں ابن عبدالبر کے اجماعات اور ابن رشد کے اتفاقات قابل اعتماد نہیں۔ چنانچہ خطاب نے لکھا ہے کہ پہلی رائے مشہور فی المذہب ہے اور اسی پر عمل ہے۔ علامہ خلیل نے اپنی "مختصر" میں صرف اسی رائے کے بیان پر اکتفا کی ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ وہ اپنی کتاب میں صرف انہی اقوال پر اکتفا کریں گے جن پر مالکیہ کا فتوی ہے۔ لہذا ان کے لحاظ سے بھی پہلی رائے ہی مشہور فی

المذہب اور مفتی بہ ہے۔ پھر یہ کہ تیسری رائے کے مقابل میں دو مخالف اور معارض رایوں کا وجود ابن عبدالبر کے اس دعوی کی کہ تیسری رائے پر اجماع ہے عدم صحت کی دلیل ہے ۔ تاہم مالکیوں کے نزدیک یہ مسئلہ اس صورت کے ساتھ مخصوص کردیا گیا کہ جہاں حاکم رؤیت کے ثبوت کا حکم دے چکا ہو۔

شافعی مذہب:

تقی‌الدین ابن السبکی نے اپنے رسالے **العلم المنشور فی اثبات الشہور** میں لکھا ہے :-

> یہ قول کہ ہر علاقہ مطلقاً اپنی رؤیت کا پابند ہے، ضعیف ہے۔ کیونکہ سعید بن منصور نے اپنی مصنف میں ابی عمیر بن انس سے سند صحیح سے روایت کی ہے کہ میرے چچاؤں نے جو انصاری تھے اور صحابی تھے بیان کیا کہ شوال کے چاند کے روز بادل تھے اس لئے صبح ہم نے روزے رکھے ۔ دن کے آخر میں کچھ گھوڑ سوار آئے انھوں نے رسول اللہ کے سامنے آکر گواہی دی کہ انھوں نے گذشتہ روز (کل) چاند دیکھا تھا۔ رسول اللہ نے حکم دیا کہ لوگ روزے توڑ دیں اور اگلے روز عید کے لئے نکلیں۔
>
> ایک اور روایت میں ہے کہ دو اعرابی رسول اللہ کے پاس آخر رمضان میں آئے اور آپ کے سامنے انھوں نے حلفیہ گواہی دی کہ گذشتہ رات چاند دیکھا تھا۔ رسول اللہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ روزے کھول لیں۔
>
> اس مسئلے میں کم سے کم فاصلے کی جو شرط رکھی گئی وہ بھی کمزور ہے کیونکہ ہر اس علاقے کا اعتبار جس کا دوسرے سے پوشیدہ رہنا متصور نہیں ہوسکتا تو صحیح ہے لیکن ساری اقلیم کا اعتبار ضعیف ہے۔ جب ایک علاقے میں چاند دیکھ لیا جائے تو اس کا تمام علاقوں کے لئے واجب اور لازم ہونا تو بالکل ہی ضعیف ہے۔ کیونکہ عمر بن الخطابؓ اور خلفائے راشدین میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ جب انہیں چاند نظر آجاتا تو وہ دنیا بھر کو اس کے بارے میں لکھتے۔ اگر یہ لازمی ہوتا تو ان اصحاب کا دین سے جو لگاؤ تھا اس کے پیش نظر وہ ضرور ایسا کرتے۔
>
> یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ چاند بعض علاقوں میں نظر آتا ہے اور دوسرے علاقوں میں اس کی رؤیت ممکن نہیں جیسا کہ یہ بات یقینی ہے کہ سورج کسی مقام پر غروب ہو چکا ہوتا ہے تو دوسری جگہ ابھی غروب نہیں ہوا ہوتا۔ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نمازوں کے اوقات میں ہر قوم کے نزدیک ان کے فجر، زوال اور غروب کے اپنے اوقات

ہی معتبر ہیں اور وہ دوسروں کے احکام کے پابند نہیں۔ اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالی کسی قوم کو اسی کے معروفات کے مطابق خطاب کرتا ہے ۔

النووی نے المجموع میں لکھا ہے کہ :

"تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب رمضان کا چاند کسی علاقے میں نظر آئے اور دوسرے کسی علاقے میں نہ آئے تو اگر یہ علاقے ایک دوسرے کے قریب ہوں تو ان کا حکم ایک علاقے کا ہو گا اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ۔ لیکن اگر یہ علاقے ایک دوسرے سے دور ہوں تو دو صورتیں مشہور ہیں اور ان میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ دوسرے علاقے کے لوگوں پر روزہ واجب نہیں ہوگا۔ دوسری صورت کے لحاظ سے واجب ہوگا۔ دوری اور قربت کے اعتبار میں تین صورتیں دیکھی جاتی ہیں۔ پہلی جو صحیح ہے وہ یہ ہے کہ دوری کی بنیاد ان دو علاقوں کے درمیان اختلاف مطالع پر ہے۔ یہ بات کئی علاقوں مثلاً حجاز، خراسان اور عراق وغیرہ پر صادق آئے گی (دوسری صورت یہ ہے کہ) قربت کی بنیاد اس پر ہے کہ ان علاقوں میں اختلاف مطالع نہ ہو مثلاً بغداد کوفہ، ری اور قزوین وغیرہ۔ تیسری صورت یہ ہے کہ دوری اور نزدیکی کے فیصلہ کی بنیاد اقلیم کے اتحاد اور اختلاف پر ہے۔ اگر اقلیم ایک ہی ہے جیسے کوفہ اور بغداد کی صورت میں، تو وہ قریب کہلائیں گے اور اگر اقلیم مختلف ہو جیسے بغداد اور دمشق تو وہ دور کہلائیں گے ۔ تیسری صورت میں دوری کا اندازہ قصر کی مسافت اور اس سے زیادہ کے حساب سے ہوگا۔ اگر مسافت قصر سے کم ہو تو علاقے قریب شمار ہوں گے ۔

یہ بحث جاری رکھتے ہوئے آخر میں امام نووی لکھتے ہیں :

حاصل کلام یہ کہ اس مسئلے میں چھ صورتیں بنتی ہیں : ۔

(۱) زمین پر کہیں بھی چاند نظر آجائے تو زمین کے باشندے اس کے پابند ہوں گے ۔ اس صورت کو ابن السبکی نے ضعیف قرار دیا ہے ۔

(۲) کسی اقلیم کے علاقے میں چاند نظر آجائے تو اس اقلیم کے تمام باشندے اس کے پابند ہوں گے لیکن دوسرے نہیں۔

(۳) کسی علاقے میں چاند نظر آجائے تو جس جس علاقے کا مطلع یہی ہو وہ چاند والے علاقے کی رؤیت کا پابند ہوگا لیکن دوسرے نہیں۔ اور یہ سب سے زیادہ صحیح صورت ہے ۔

(۴) ہر وہ شہر جس کا بغیر کسی عارض کے کسی دوسرے شہر کے باشندوں سے اوجھل ہونا ناممکن ہو آپس میں ایک دوسرے کی رؤیت ہلال کے پابند ہوں گے لیکن دوسرے نہیں۔ ابن السبکی نے اسے بہتر قرار دیا ہے۔

(۵) قصر کی مسافت سے کم کے علاقے ایک دوسرے کی رؤیت کے پابند ہیں لیکن دوسرے نہیں ۔

(۶) رؤیت کے پابند صرف اس علاقے والے لوگ ہوں گے جہاں رؤیت ہوئی۔ باقی نہیں۔

ابن السبکی نے اشارہ کیا ہے کہ دوسرا (کذا: بہتر ہے 'پہلا' پڑھا جائے) پانچواں اور چھٹا قول ضعیف ہے۔ ان کے نزدیک بہتر اور قابل اعتبار دو رائیں ہیں اور مطلع میں موافقت کا اعتبار اس بنیاد پر ہوگا کہ جہاں دو یا زیادہ علاقے ایک ہی خط پر واقع ہوں اور ان کے ایک دوسرے سے اوجھل ہونے کا تصور نہ ہوسکتا ہو۔ ابن السبکی نے اختلاف مطالع کے مخالفین کے قول کے رد میں جو توجیہ پیش کی ہے اس پر بحث آئندہ آئے گی۔

حنبلی مذہب:

ابن قدامہ نے المغنی میں اس عنوان کے تحت لکھا ہے:

> ''جب ایک شہر (علاقے) کے لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو تمام علاقوں کے لوگوں پر روزہ لازم ہوگا''
>
> یہ قول لیث کا اور امام شافعی کے بعض اصحاب کا ہے اوراس نے ذکر کیا کہ مخالفین جو اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کے قائل نہیں انہوں نے حدیث کریب رض سے استدلال کیا ہے* ۔ جس کا اوپر ذکر ہوچکا ہے اور یہ دلیل دی ہے کہ جب ابن عباس سے کہا گیا کہ کیا معاویہ رض کی رؤیت اور روزے رکھنا کافی نہیں تو انہوں نے کہا: نہیں۔ رسول اللہ نے ہمیں اس طرح ہی حکم فرمایا ہے''۔

---

* حضرت کریب رض سے روایت ہے کہ ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے انہیں شام حضرت معاویہ رض کے پاس کسی کام سے بھیجا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں شام پہنچا اور ان کا کام کر لیا۔ اور وہیں رمضان کا چاند ہوگیا۔ میں ابھی شام میں ہی تھا کہ جمعہ کی رات کو میں نے ہلال دیکھا۔ پھر میں وہاں سے چل پڑا اور مہینہ کے آخر میں مدینے پہنچا۔ مجھ سے ابن عباس رض نے دریافت فرمایا: تم نے چاند کب دیکھا...... میں نے کہا: جمعہ کی رات کو۔ پوچھا: تم نے خود دیکھا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں اور بھی تمام لوگوں نے دیکھا انہوں نے بھی روزہ رکھا اور حضرت معاویہ رض نے بھی۔ ابن عباس رض نے فرمایا: ہم نے تو ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا۔ تو ہم تو روزے رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تیس پورے ہو جائیں یا چاند نظر آجائے۔ میں نے پوچھا: کیا حضرت معاویہ رض کی رؤیت اور ان کے روزے کافی (ثبوت) نہیں۔ انہوں نے کہا: ہمیں تو رسول اللہ کا یہی حکم ہے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو''۔

اس کے بعد ابن قدامہ لکھتے ہیں :

ہماری دلیل حکم خداوندی ہے : فمن شهد منكم الشهر فليصمه (جس نے اس مہینے کو پایا تو وہ اس میں روزے رکھے) اور رسول اللہ کا وہ ارشاد ہے کہ جب ایک اعرابی نے آپ سے کہا : "کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ سال کے اس مہینہ میں روزے رکھیں۔ آپ نے فرمایا : ہاں

رمضان کے مہینے میں تمام مسلمانوں پر روزے واجب ہونے پر اجماع ہے اور جب ثقہ لوگوں کی گواہی کی بنیاد پر یہ ثابت ہو جائے کہ اس روز رمضان کا دن ہے تو اس بنیاد پر تمام مسلمانوں پر اس روز روزہ واجب ہوگا۔ رمضان کا مہینہ دو ہلالوں کے مابین کے وقت کا نام ہے۔ قرضہ کا واجب الادا ہونا، طلاق کے وقوع، غلاموں کی آزادی، نذر کا وجوب وغیرہ تمام احکام کے ضمن میں اس روز کے احکام ثابت ہوتے ہیں تو نص اور اجماع کی بنیاد پر اس دن کا روزہ بھی واجب ہوگا۔ پھر اس وجہ سے بھی کہ ایک عادل گواہ نے رؤیت کی شہادت دی ہے تو روزہ واجب ہوگیا اسی طرح جیسا کہ دو شہروں کے قریب ہونے کی صورت میں ہوتا۔

جہاں تک حدیث کریب رض کا تعلق ہے تو وہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ ابن عباس نے تنہا کریب کے قول پر افطار نہیں کیا اور ہم بھی اس کے قائل ہیں۔ اختلاف البتہ اس بات پر ہے کہ (رمضان کے) پہلے روز کی قضا واجب ہوئی یا نہیں۔ ظاہر ہے حدیث میں اس مسئلے سے بحث نہیں کی گئی۔

اپنے مخالفین کا جواب دیتے ہوئے جو کہتے ہیں کہ ہلال کا مسئلہ وہی ہے جو سورج کے طلوع و غروب کا ہے اور جیسا کہ مسلم ہے کہ سورج کے طلوع و غروب کے بارے میں ہر علاقے کے لئے اپنا اپنا حکم ہے چنانچہ یہی حکم ہلال کا ہے۔ حنبلی قاضی ابو یعلی نے لکھا ہے :

"ہر روز طلوع و غروب کی رعایت کی تکرار کی وجہ سے تکلیف میں مشقت شامل ہو جاتی ہے جس کی ان عبادات کی قضا متقاضی ہوتی ہے۔ ہلال رمضان سال میں ایک مرتبہ آتا ہے اس لئے ایک روز کی قضا میں اتنی بڑی مشقت اور حرج نہیں ہے روزے کے مسئلہ کی بنیادی دلیل اس کی متقاضی ہے کہ اس کے وجوب میں برابری ہو یعنی یہ سب کے لئے عام ہو"

یہ ہیں چاروں مذاہب کے فقہاء کی آراء جن پر اکثر اسلامی ممالک میں عمل کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے یہ مسئلہ کے دونوں

رخوں کا ملخص ہے ۔ ایک رخ جس پر جمہور کا عمل ہے چاند کے مطالع کے اختلاف کے عدم اعتبار کا ہے یعنی اگر کسی بھی اسلامی علاقے میں رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت مل جائے تو تمام اسلامی ممالک کے باشندوں پر لازم ہوگا کہ وہ اس رؤیت کے نتائج کی پابندی کریں بشرطیکہ اس کا ثبوت صحیح اور قابل وثوق طریقے سے بہم پہنچ جائے ۔

دوسرا رخ وہ ہے جسے امام شافعیؒ اور ان کے اکثر اصحاب نے اختیار کیا ہے ۔ ان کے مطابق مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہوگا ۔ راجح رائے کے مطابق ان کے نزدیک ایک اسلامی شہر کی رؤیت کے پابند صرف اسی شہر کے لوگ ہوں گے جہاں رؤیت ہوئی یا وہ لوگ ہوں گے جن کے شہروں کا مطلع رؤیت والے شہر کے مطلع سے مشترک ہے یا وہ ہوں گے جن کے ہاں رؤیت کا اوجھل ہونا ممکن نہ ہو ۔

ظاہر ہے پہلی رائے اپنے دلائل کی بنا پر راجح ہے اور اس پر عمل مسلمانوں کی مصالح سے قریب تر ہے ۔ کیونکہ روزوں، حج، قربانی کی عبادتوں اور عیدوں اور دینی تہواروں کی ادائیگی میں یکسانیت مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق میں مدد دے گی ۔ دوسری رائے کے حامل لوگوں نے جن دلائل کا سہارا لیا ہے وہ ناقابل قبول ہیں اور ان میں بحث اور اختلاف رائے کی کافی گنجائش ہے ۔

حدیث کریب رضؓ کے سلسلے میں ہم اس سے قبل ابن قدامہ کا وہ قول نقل کر آئے ہیں جس میں بڑی وضاحت سے انہوں نے اس کا رد کیا ہے ۔

جہاں تک چاند کے مطالع کے اختلاف کو سورج کے مطالع کے اختلاف کے اعتبار پر جس پر سب کا اتفاق ہے قیاس کرنے کا تعلق ہے اور جیسے احناف میں سے زیلعی نے اور شوافع میں سے ابن السبکی نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں ہم حنبلی مذہب کی بحث کے دوران ذکر کر چکے ہیں کہ قاضی ابو یعلی نے اس کی تردید کی ہے ۔

قاضی ابو یعلی کا کہنا ہے کہ سورج کے مطالع کے اختلاف کا جو اعتبار کیا گیا اور ہر قوم کے لئے اس کے اپنے اوقات کی پابندی کا جو حکم دیا گیا اس کی غرض یہ ہے کہ لوگوں کو حرج اور مشقت سے بچایا جائے ورنہ عبادات کی ادائیگی میں ان شہروں کے لوگوں کو قضا دینی پڑتی جو دوسرے شہروں کی توقیت اور اس کے حکم کے پابند ہوتے۔ اس کے برعکس چاند کے مطالع کی صورت دوسری ہے۔ ان کے اختلاف کا اعتبار نہ کرنے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی ممنوع لازم آتا ہے۔ کیونکہ سال بھر میں رمضان کا مہینہ صرف ایک ہے۔ حکم رؤیت پر عمل سے دوسرے علاقوں پر اگر قضا لازم آتی ہے تو صرف ایک روز کی یعنی رمضان کے پہلے روزے کی اور وہ بھی اس صورت میں جب ان لوگوں کو رؤیت کا ثبوت اسی روز نہ ملا ہو جس روز رؤیت والے شہر میں چاند دیکھا گیا۔ اور ایک دن کی قضا میں اتنا بڑا حرج نہیں۔

پھر یہ بات پچھلے زمانوں میں تو متوقع اور ممکن تھی جب کہ مواصلات اور خبر کے ذرائع اس حد تک ترقی یافتہ نہیں تھے جیسا کہ ہمارے دور میں ہیں۔ آج یہ بات آسان ہے اور عملاً ممکن ہے کہ کسی واقعہ کے وقوع کے بعد چند لمحات کے اندر اندر دنیا کے تمام کونوں اور دور دراز مقامات تک اس کی خبر پہنچا دی جائے۔ اگر اسلامی ممالک کے بالکل مغربی کونے میں غروب کے وقت رؤیت ثابت ہو جائے اور مثال کے طور پر وہاں چھ بجے کا وقت ہو تو اگر یہ خبر ریڈیو پر نشر کی جائے تو فلپائن اور ملایا کے لوگوں کو جو اسلامی ممالک کے عین مشرقی کونے پر ہیں فجر سے پہلے پہلے مل جائے گی یہ اتنی مدت ہے جو رمضان کے علم سحری کے تناول اور نیت صوم کے لئے کافی مہلت دے دیتی ہے۔ یہ تو اس صورت میں ہے کہ جب ان علاقوں میں نو گھنٹوں کا فرق ہے۔ دوسرے اسلامی علاقے تو اس سے بھی قریب ہیں اور وہاں یہ خبر فجر سے بہت پہلے مل سکے گی۔ اس مہلت کی مدت مغرب کی طرف

اور زیادہ ہوگی اور وہاں توقیت کا فرق بھی کم ہوگا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رض اور خلفائے راشدین ثبوت رؤیت کے بارے میں دوسرے علاقوں کو نہیں لکھا کرتے تھے حالانکہ انہیں دین سے شدید لگاؤ تھا تو اس سلسلے میں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جہاں تک قریبی علاقوں کا تعلق ہے وہاں لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ خبر ویسے ہی پہنچ جاتی تھی۔ اور جہاں تک دور کے علاقوں کا تعلق ہے وہاں مواصلات کی مشکلوں اور خطوط کے بروقت پہنچنے کے امکانات کم ہونے کی وجہ سے لکھنا ویسے ہی بے معنی ہوتا۔ اور شرعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ جب تک رؤیت کا علم صحیح اور قابل وثوق ذریعے سے نہ ہو دوسرے شہروں کے لوگوں پر روزہ واجب نہیں ہوتا۔

جہاں تک اس دلیل کا تعلق ہے کہ اللہ تعالی کسی قوم سے اسی میں خطاب فرماتے ہیں جو ان کے ہاں معروف ہو تو یہ ہمارے موقف کی تائید ہی کرتا ہے کیونکہ روزہ اس وقت تک واجب نہیں ہوتا جب تک اس کا علم اور اس پر اطمینان نہ ہو جائے۔

اس موقع پر اس امر کی طرف اشارہ کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ علامہ ابن عابدین حنفی نے اپنے رسالے **تنبیہ الغافل و الوسنان علی احکام ھلال رمضان** میں علامہ ابن حجر شافعی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی جو اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل تھے، یہ رائے رکھتے تھے کہ جب کوئی حاکم جو اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کا قائل نہ ہو کسی اسلامی شہر میں رؤیت کے ثبوت کا حکم دے دے تو دوسرے شہروں پر بھی اس حکم پر عمل کرنا لازم ہوگا اور شرعاً ان پر روزہ واجب ہوگا کیونکہ اس حکم کے نتیجے میں اگلا دن رمضان کا ہوگا۔

اس رسالے میں ہے کہ ایسی صورت میں جب حاکم نے خود چاند دیکھا

هو (یا وہ عدم اعتبار اختلاف مطالع کا قائل هو) اور وہ رؤیت کے ثبوت کا حکم دے دے تو امام شافعی کے سوا کسی کے نزدیک مختلف ملکوں میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں هوگا اور سب کے لئے اس پر عمل واجب هوگا۔ ابن حجر نے بھی اس کا ذکر کرتے هوئے اس سے اتفاق کیا ہے کیونکہ اس طرح قطعاً یہ رمضان کا دن هوگا۔

اس طرح ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ثابت هو جاتا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار اس صورت میں کسی طرح نہیں هوگا جب کسی اسلامی شہر کے حاکم کے حکم سے رؤیت ثابت هوجائے۔ جب یہ حکم مہینے کے شروع میں پہنچ جائے اور روزوں، عید، حج، قربانی اور دینی تہواروں کی تاریخوں کی خبر دوسرے شہروں میں صحیح طریقے سے پہنچ جائے تو اس صورت میں شرعی طور پر دوسرے شہروں کے باشندوں پر اس حکم کی پابندی لازمی هوجاتی ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس پر آج کل عمل هورہا ہے*۔

تاهم هم یہ کہنا ضروری سمجھتے هیں کہ کسی اسلامی شہر میں رؤیت کے ثبوت کو، اس کے حکم اور مہینے کے آغاز کی دوسرے تمام اسلامی شہروں میں پابندی کو موثر بنانے کے لئے اور روزوں اور عیدوں کے انعقاد کو قابل عمل بنانے کے لئے یہ شرط ضرور اختیار کی جائے کہ دوسرے تمام

---

* **هدی الاسلام** اردن (عدد : ۷، مجلد : ۱۸) رجب ۱۳۹۴ھ کی اشاعت میں صفحہ ۹۸ پر سنگاپور ملایا اور انڈونیشیا کے علما کے اس اعلان کا متن شائع هوا ہے کہ ان تینوں ممالک میں همیشہ ایک هی تاریخ کو رمضان اور عید الفطر منائی جایا کرے گی۔

اخبار العالم الاسلامی کی ۱۹ مئی ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں خبر چھپی ہے کہ تھائی لینڈ کے مسلمان رؤیت هلال میں مکہ مکرمہ کا اتباع کرتے هیں۔ بنکاک میں سعودی عرب کے سفارتخانہ سے رجوع کیا جاتا ہے اور مکہ مکرمہ سے تار وصول هونے پر رؤیت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

یہ ان ممالک کی خبریں هیں جو اسلامی دنیا کے عین مشرقی سرے پر واقع هیں۔ یہ امر پر مسرت ہے کہ عالم اسلامی کے باقی ملکوں میں بھی ایک هی تاریخ کو رمضان اور عید کے انعقاد کے رجحانات قوی هوتے جارہے هیں۔ (مترجم)۔

شہر رؤیت والے شہر کے ساتھ رات کی مدت میں کسی نہ کسی حد تک اشتراک رکھتے ہوں تاکہ ان کے ہاں رات اور دن میں تفاوت زیادہ نہ ہوسکے۔ اور مہینہ آئندہ دن سے شروع ہوسکے اور صبح روزہ رکھا جاسکے۔

اس شرط کے پورا کئے بغیر عمل میں دشواریاں پیش آسکتی ہیں اور رؤیت کی رات سے اگلے دن سے مہینہ شروع نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اگر ہمیں کسی اسلامی شہر سے رویت کی خبر طلوع فجر کے بعد ملی یا اگلے روز صبح کے وقت ملی تو اس شہر میں چاند رات سے مہینے کے آغاز پر عمل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اگلے روز سے ہو سکتا ہے۔ لہذا اس اعتبار سے اسی شہر اور اس جیسے دوسرے شہروں کی نسبت سے اختلاف مطالع کا اعتبار ضروری ہوگا*۔

مجمع البحوث الاسلامیہ، الازہر نے اپنی تیسری کانفرنس میں جو جمادی الآخر ۱۳۸۶ھ مطابق اکتوبر ۱۹۶۶ء میں دوسرے اجلاس میں قراردادیں منظور کی گئی تھیں وہ انہی امور کے بارے میں تھیں۔

---

* مفتی صاحب کی شرط کے ساتھ بھی عالم اسلام میں رمضان اور عید وغیرہ میں وحدت قطعاً ممکن ہے کیونکہ ان میں سے بیشتر علاقے مکہ مکرمہ کے ساتھ رات کے وقت میں اشتراک رکھتے ہیں۔ لیکن اصل مسئلہ یہ نہیں۔ رؤیت ہلال کی یہ باریکیاں صرف رمضان اور شوال کے مہینوں تک محدود نہیں رہنی چاہئیں۔ یہ اہتمام سال بھر ضروری ہے۔ دقت دراصل یہ ہے کہ رمضان اور شوال میں محدود کرتے وقت اس بات کو قطعاً فراموش کردیا جاتا ہے کہ مسئلہ دراصل تقویم کا ہے۔ اختلاف مطالع کے اعتبار سے تقویم میں جو فرق پڑتا ہے اسے بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ خلط بحث اس لئے ہوتا ہے کہ کسی خاص علاقے میں رؤیت ہلال کے واقعے کو میلاد ہلال کے ساتھ ملا دیا گیا ہے حالانکہ دونوں کو الگ رکھنا چاہئے تھا۔ اس کی مختصراً وضاحت کے لئے ہم جمال الدین الفندی، صدر شعبہ فلکیات، جامعہ قاہرہ کی تقریر سے جو انہوں نے اسلامی رصدگاہ کی کمیٹی کے سامنے چند سوالوں کے جواب میں کی ایک اقتباس سے پیش کرتے ہیں:

"ایک علمی اور بے حد اہم پہلو یہ ہے کہ سورج یا چاند کے غروب کا واقعہ مقامی ہے اور اختلاف مکان کے ساتھ بدلتا ہے لیکن نئے ہلال کی پیدائش کا واقعہ عالمی ہے یعنی ہلال تمام سطح زمین کی نسبت سے ایک آن واحد میں پیدا ہوتا ہے لیکن اس کی رؤیت میں سطح زمین پر دن اور رات کے اوقات کے تفاوت سے فرق پڑجاتا ہے۔ ظہور کے اس مقامی واقعہ اور عالمی واقعہ میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے لازمی ہے کہ یا تو گرینچ کی طرح کوئی ایک مقام متعین کر لیا جائے جہاں سے وقت کا شمار ہو سکے یا ہم سطح ارضی کے تمام آفاق کا اعتبار کریں۔ جب تک جدید آلات وسل و رسائل مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن یا ٹیلیگراف وغیرہ ایجاد نہیں ہوئے تھے اس وقت تک دوسرے طریقے پر ہی عمل ہوسکتا تھا اور ہوتا تھا . . . "

(تفصیل کے لئے دیکھئے **اخبار العالم الاسلامی**، مارچ ۷۰ء) (مترجم)